از افادات: حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی
ترتیب وپیشکش: محمد اختر معروفی

مسئلہ تقلید کے بارے میں کچھ اصولی باتیں

[کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کے سامنے کچھ علمی وفکری موضوعات پر حضرت نقشبندی دامت برکاتہم نے دروس دئے تھے ——— ذیل میں ایک درس ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے ——— مدیر]

چھوٹے چھوٹے سوالوں سے اور ان کے جوابات سے ہم نے اس تقلید کے لفظ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے آپ پڑھتے جائیں گے تو اس کے بہت سارے گوشے آپ کے سامنے کھلتے جائیں گے۔

سوال: تقلید کا لغوی معنی کیا ہے؟

جواب: تقلید کا لغوی معنی پیروی ہی ہے، اس کا مادہ قلادہ ہے، انسان کے گلے میں ہو تو ہار، جانور کے گلے میں ہو تو پٹہ۔ دنیا کے ہر دورِ زندگی میں لوگ اس کے ماہرینِ فن پر اعتماد کرتے ہیں، تقلید آزادروی کے مقابلے میں ہے **"فإن المرأ اذا أتى على غير فنِهِ أتى بالعجائب"** (اس لئے کہ آدمی جب ان مسائل میں دخل درمعقولات کرتا ہے جن کا وہ ماہر نہیں ہے تو عجیب وغریب (احمقانہ) باتیں کرتا ہے)۔ تقلید کے معنی مقلدین ہی طے کر سکتے ہیں، "**صاحب البيت أدرى بمافيه**" بعض جاہل کہتے ہیں کہ پٹہ کتوں کے گلے میں ہوتا ہے، دیکھئے قلادہ سے یہ لفظ نکلا ہے اور قلادہ ہار کو کہتے ہیں، کوئی انسان پہنے تو ہار کہلائے اور جانور پہنے تو پٹہ کہلائے۔ مفہوم یہ ہے کہ ہر فن کے لوگوں پر لوگ اعتماد کرتے ہیں، مثلاً آپ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں تو ڈاکٹر آپ کو ایک دوائی دیتا ہے، تو کبھی آپ نے اس سے یہ پوچھا کہ آپ اس مرض کی یہ دوا مجھے کیوں دے رہے ہیں؟ آپ مجھے Explain (وضاحت) کریں۔ تقلید کے بالمقابل لفظ ہے "آزادروی"، جو بندہ غیر مقلد ہوتا ہے وہ گویا کٹی پتنگ ہوتا ہے، اب کٹی پتنگ کو لوٹنے والے بہت ہوتے ہیں، پتہ نہیں

کہاں گرے گی، کس کے ہاتھ میں آئے گی، یہی حال اس بندے کا ہوتا ہے، جس کا اپنا ڈائریکشن کوئی نہیں ہوتا، پتہ نہیں زندگی میں کہاں اور کس منزل پر جا کر پہنچے گا۔

سوال: تقلید کا شرعی معنی کیا ہے؟

جواب: کسی کے قول کو اس حسن ظن پر مان لینا کہ دلیل کے موافق ہی بتائے گا اور اس سے دلیل طلب نہ کرنا۔ مثلاً کسی محدث کی رائے سے حدیث کو صحیح وضعیف ماننا۔ اسی طرح کسی امتی کے بنائے ہوئے اصول تفسیر، اصول حدیث اور اصول فقہ کو ماننا۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ ہم غیر مقلد ہیں یعنی ہم فقہ میں کسی کی بات نہیں مانتے، وہ حدیث میں تقلید کیوں کرتے ہیں؟ امام بخاریؒ کی بات کیوں مان لیتے ہیں؟ جب امام بخاریؒ نے حدیث لکھی اور بتایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، یہ حسن ہے، یہ فلاں ہے، اس کو کیوں مانتے ہیں؟ اس کی تحقیق کریں، جب ان کو نہیں ماننی ہے تو پھر زندگی کے ہر شعبہ میں ایک ہی قانون لاگو ہونا چاہئے، جب حدیث کے معاملے میں محدثین نے جو کہہ دیا ان کی تحقیق کو مانتے ہیں، تو فقہاء جو کہہ رہے ہیں ان کی بات کو کیوں نہیں مانتے؟

پھر اکثر وبیشتر آپ دیکھیں کہ ہمارے علاقوں میں لوگ روایتِ حفص کے مطابق قرآن مجید پڑھتے ہیں، یہ لوگ اس کو کیوں مانتے ہیں؟ یہ قراءت کے معاملہ میں بھی اپنی تحقیق خود کریں۔ تو یہ ایک عجیب بات ہے کہ حدیث میں بھی تقلید کریں گے، عقائد میں بھی تقلید کریں گے، لیکن جہاں فقہ کا معاملہ آئے گا کہیں گے کہ ہم تقلید کسی کی نہیں کریں گے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ قانون تو ہر جگہ ایک ہی ہونا چاہئے۔ حقیقت میں نفس پابندی کو برداشت نہیں کرتا، نفس پسند نہیں کرتا، نفس چاہتا ہے کہ میرا اپنا اختیار ہونا چاہئے، اس نفس کی خواہش کی وجہ سے تقلید بری نظر آتی ہے، بندہ کہتا ہے کہ میرا اپنا چوائس ہونا چاہئے، اپنے آپ کو عقل کل بنالیا اور پھر چوائس اپنے پاس رکھ لیا اور یہیں پہ آکے بندہ پھنسا کہ جب اس کے پاس چوائس ہوگا تو پتہ نہیں وہ اپنے نفس کے لئے کیا کیا اس وقت فیصلے کرے گا، انسان کا نفس اگر بے لگام ہوجائے تو پھر یہ اس کو راستے سے بہت دور لے کر چلا جائے گا۔

سوال: تقلید کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو، حرام اور حلال، جائز امور میں حلال، ناجائز میں حرام، جیسے لغت میں دودھ، دودھ ہی ہے، کُتیا کا ہو یا گائے کا، کتیا کا دودھ ہوگا تو حرام ہوگا اور اگر گائے کا دودھ ہوگا تو حلال ہوگا۔ اسی طرح اگر ناجائز

کاموں میں کسی کے پیچھے چلیں گے تو یہ تقلید حرام کہلائے گی اور اگر نیک کاموں میں کسی کے پیچھے چلیں گے تو یہ تقلید حلال کہلائے گی، جائز کہلائے گی۔

سوال: کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے؟

جواب: مسائل غیر منصوصہ اور مسائل منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں جیسا کہ ''فقہ کے دائرۂ کار'' میں گذر چکا۔

سوال: کن کی تقلید کی جائے؟

جواب: جو اپنے فن میں مجتہد کا مقام رکھتا ہو، ہر ایک کی تقلید جائز نہیں۔

سوال: مجتہد ہر مسئلہ کا جواب کیسے دیتا ہے؟

جواب: جس طرح حساب دان حساب کے قواعد استعمال کر کے ہر سوال کا جواب ڈھونڈ لیتا ہے اسی طرح مجتہد بھی کلیات کو استعمال کر کے ہر جزئی کا جواب دے دیتا ہے۔

سوال: کون تقلید کرے؟

جواب: جس کے پاس کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرنے کی اہلیت نہ ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑوں کی تقلید کرے۔ کتاب وسنت سے مسئلہ اخذ کرنا اور مزاج شریعت کو سمجھنا یہ کوئی آسان نہیں، یہ راسخین فی العلم ہی سمجھ سکتے ہیں، عام آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، وہاں پر ایک نوجوان امام صاحب آ گئے تو انھوں نے حدیث پاک پڑھ لی کہ نماز کو بڑے خشوع وخضوع سے پڑھنا چاہئے، تو انھوں نے فرض نماز کو خشوع وخضوع سے پڑھنا شروع کر دیا، اللہ کی شان دیکھیں کہ پیچھے ایک بندہ تھا اس کو بس پکڑنی تھی وہ بھی نماز کی نیت کر بیٹھا، اب وہ بڑا پریشان ہوا کہ میری بس نکل جائے گی تو میں مصیبت میں پڑ جاؤں گا اور امام صاحب تو قیام میں کھڑے لمبی قراءت کر رہے ہیں، اس نے نماز توڑی اور اپنی نماز الگ پڑھی اور نماز پڑھ کے باہر نکلا تو امام صاحب ابھی قیام میں کھڑے تھے، خیر وہ بیچارہ چلا گیا، جہاں جانا تھا اس نے دو دن وہاں اپنا کام کیا، دو دن کام کرنے کے بعد جب واپس آیا تو اگلی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہیں گیا، بلکہ مسجد کے نیچے کرایہ والی دوکانیں تھیں، ان میں سے وہ ایک دوکاندار کے پاس جا کے پوچھتا ہے کہ یار! وہ امام صاحب نے سلام ابھی پھیرا ہے یا نہیں پھیرا؟

اب اس نوجوان امام نے یہ تو پڑھ لیا کہ خشوع سے نماز پڑھنی چاہئے، لیکن یہ نہیں پڑھا کہ جو

اڈے کی مسجد ہوتی ہے وہاں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ان کے پاس کیا عذر ہوتے ہیں، وہاں کے امام کے لئے افضل ہے کہ وہ بہت ہی ہلکی نماز پڑھائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نماز پڑھا رہے تھے، عورتیں بھی تھیں، ایک بچہ رو پڑا تو نبی علیہ السلام نے جلدی نماز پڑھادی اور فرمایا کہ بچہ رو پڑا تھا اس لئے میں نے جلدی نماز پڑھادی۔ تو نبی علیہ السلام نے بھی رعایت فرمائی، اب یہ حدیث اس کے سامنے نہ آئی۔ اکیلے اکیلے پڑھ کے عمل کرنے سے یہی ہوتا ہے کہ کسی ایک بات پر نظر ہے تو دس باتیں اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتی ہیں۔ تقلید کروالوں کے لئے یہ آسانی ہے کہ ہم ایک عالم کی نہیں، بلکہ ایک جماعت کی اقتدا کررہے ہوتے ہیں، جن کے سامنے ساری آیات ہوتی ہیں، سارا ذخیرۂ احادیث ہوتا ہے اور وہ پوری شریعت کو سامنے رکھ کے کسی ایک معاملہ میں اس کا حکم لگا رہے ہوتے ہیں، لہٰذا اس حکم پر عمل کرنے والا بہت محفوظ زندگی گذارنے والا ہوتا ہے۔

سوال: مجتہد کا اجتہاد ٹھیک نہ ہو تو کیا؟

جواب: مجتہد نے اپنی طرف سے پوری دیانت داری کے ساتھ محنت کی، اب اگر وہ صواب (درستگی) تک جا پہنچا تو دوگنا ثواب اور اگر اس سے کوئی خطا بھی ہوگئی تو اس کی نیک نیتی کی وجہ سے ایک ثواب اس کو ضرور ملے گا، وہ مجتہد بھی اللہ کے یہاں ماجور ہوگا اور یہ مقلد بھی اللہ کے یہاں ماجور ہوگا۔

سوال: کیا تقلید کا لفظ اجماع اور تواتر سے مستعمل ہے؟ یعنی کیا صحابہ سے آگے تابعین اور تبع تابعین میں تقلید کا یہ لفظ اس وقت بھی استعمال ہوتا تھا؟

جواب: جی ہاں، محدثین نے طبقاتِ حنفیہ، طبقاتِ شافعیہ، طبقاتِ حنابلہ، طبقاتِ مالکیہ لکھی، مگر آج تک کسی محدث نے طبقات غیر مقلدین نہیں لکھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کا علمی رشتہ اوپر جا کر محدثین سے کہیں نہیں جڑتا، کوشش تو یہ بہت کرتے ہیں کہ ان کا علمی رشتہ جا کر کہیں محدثین سے مل جائے مگر وہ جا کے معتزلہ سے خود بخود جڑ جاتا ہے، اس لئے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ عامی آدمی بھی علتِ حکم کو جانے بغیر کسی کی بات کو قبول نہ کرے، یہ معتزلہ کا عقیدہ تھا اور تقریباً وہی عقیدہ آج کے غیر مقلدین کا ہے، اس لئے ان کا رشتہ تو خود بخود جا کے معتزلہ سے جڑ جاتا ہے۔

سوال: کیا چار اماموں کی تقلید کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے؟

جواب: جی نہیں، اہل علم کی اتباع کا حکم ہے، چار ائمہ کا ذکر تو نہیں ہے، اتنا ہے کہ تم اہل علم کی اقتدا کرو، جیسے

تلاوت قرآن کا حکم ہے، سبعہ عشرہ کے قرّاء کا تو کہیں ذکر نہیں کہ ان کے مطابق تلاوت کرو، یا ہم روایت حفص کے مطابق پڑھتے ہیں تو اس کا تو کہیں قرآن مجید میں تذکرہ نہیں، قرآن مجید میں تو صرف پڑھنے کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں علماء کی اتباع کرنے کا تذکرہ ہے، آگے اس اتباع میں اللہ تعالیٰ نے چار حضرات کو امت میں قبولیت عطا فرمائی اور پوری امت اس بات پر متفق ہوگئی کہ یہ جو مسائل اخذ کئے گئے ہیں یہ کتاب وسنت سے ہیں ان میں کسی ایک کے بھی پیچھے تم چلو گے تو تمہیں ان مسائل پہ چلنے سے اللہ کی رضا ملے گی۔

سوال: صحابۂ کرام سے لے کر امام ابوحنیفہؒ تک لوگ کس کی تقلید کرتے تھے؟

جواب: عالم اعلم کی تقلید کرتے تھے۔ صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب ہے، مگر حافظ ابن قیم کے مطابق صاحبِ فتویٰ ان میں سے صرف ۱۴۹ تھے، ان میں سے سات مکثرین، ۲۰ متوسطین اور ۱۲۲ مقلّلین اور باقی سب صحابہ مقلدین تھے، وہ اپنے مسائل کے معاملہ میں علماء صحابہ سے فتوی پوچھ لیا کرتے تھے، تو صحابہ نبی علیہ السلام کی تقلید کرتے تھے، پھر نبی علیہ السلام کے بعد باقی صحابہ علماء صحابہ کی تقلید کرتے تھے پھر تابعین صحابہ کی تقلید کرتے تھے، پھر تبع تابعین تابعین کی تقلید کرتے تھے، اس طرح تقلید کا سلسلہ امت میں چلتا رہا۔ اس امت کی ابتدا ہی اعتماد سے ہے، بلکہ اس دین کی ابتدا ہی اعتماد سے ہے، دین کیا ہے؟ نبی علیہ السلام پر اعتماد کرتے ہوئے جو وہ فرمائیں اس کو قبول کر لینا، نبی علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس کو قبول کر لینا کہ یہ صحیح کہہ رہے ہیں، اسی کو تو دین کہتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دین کی تو بنیاد ہی اعتماد سے ہے، اگر کوئی اعتماد نہیں کرے گا تو وہ تو دین کو بھی نہیں قبول کر پاتا اور یہی اعتماد آگے چلتا چلا گیا۔

سوال: کیا مختلف شہروں میں مختلف صحابہ کی تقلید ہوتی تھی؟

جواب: جی ہاں، مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی، مدینہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کی، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی، یمن میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی، بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ کی۔ اور یہ تقلید اس لئے ہوتی تھی کہ کسی کی مان کے چلنے میں انسان کے لئے بھی آسانی ہوتی ہے کہ اس میں نفس کو بہکانے کا موقع نہیں ملتا، وگرنہ تو انسان کا نفس انسان کو بہکا کے کہاں نہ لے گیا۔

یہیں اسی ملک کا واقعہ ہے، ایک مسجد ہے جسے عربوں نے بنائی ہے، وہاں پر ایک امام صاحب تھے، ہم نے ان کا نام فری لانسر رکھا ہوا تھا، جو ان کے دل میں آجاتا تھا وہ اپنی من مرضی سے جواب دیتے

تھے۔ایک پاکستانی خاتون جو کہیں دفتر میں کام کرتی تھی، اس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا کہ یہ بتائیں کہ کیا عورت جو دفتر میں کام کرتی ہے جہاں دفتروں میں مرد بوس ہوتے ہیں، کولیگ ہوتے ہیں وہ تو سلام کرتے ہیں، ہاتھ ملاتے ہیں، ہم لوگ بھی مجبور ہیں کہ ان کے دفتر میں کام کرتے ہیں تو کیا ان سے سلام کرسکتی ہیں اور ہاتھ ملاسکتی ہیں؟ میں نے اس کو سمجھایا کہ نہیں کرسکتی، شریعت اجازت نہیں دیتی، جب اس کو صاف بتادیا کہ اس کی کوئی اجازت نہیں، تو وہ کہنے لگی کہ اصل میں کل ہم نے جمعہ فلاں مسجد میں پڑھا تو ہمارے ساتھ مصر کی ایک لڑکی تھی وہ بھی میرے ساتھ دفتر میں کام کرتی ہے تو وہ کہنے لگی کہ چلو ہم مولانا صاحب سے مسئلہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں جو ہاتھ ملانے پڑتے ہیں وہ کیسا ہے، تو وہ کہنے لگی کہ میرے سامنے اس نے جاکے مولانا صاحب سے مسئلہ پوچھا، مولانا صاحب نے کہا کہ ہاں تمہاری مجبوری ہے اس لئے تمہیں ہاتھ ملانا پڑجائے تو تم استغفار چند دفعہ پڑھ لیا کرو۔ یہ ہوتا ہے فری لانسر بننے کا نتیجہ کہ پھر وہ یہ جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر ہاتھ ملانا پڑجائے تو چند دفعہ استغفار پڑھ لیا کرو۔

سوال: ایک امام کی تقلید واجب کیوں؟

جواب: اگر شہر کی چار مسجدوں میں چار امام ہوں تو کسی ایک کے پیچھے نماز پڑھنا واجب ہوگا۔ اسی طرح امت مسلمہ کا چار اماموں پر اجماع ہے، اب کسی ایک کی اقتدا واجب ہے۔

سوال: کیا تابعین کے دور میں بھی مختلف حضرات کی پیروی ہوتی تھی۔

جواب: جی ہاں، صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عطاء ابن ابی رباح سے خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں کہ کس شہر میں کس فقیہ کی تقلید کی جاتی ہے؟ تو فرمایا ہاں، مدینہ میں امام شافعیؒ کی، مکہ میں عطاء ابن ابی رباح کی، یمن میں طاؤس کی، اور یمامہ میں یحییٰ ابن کثیر کی، شام میں مکحول کی، عراق میں میمون بن مہران کی، خراسان میں ضحاک بن فراہم کی، اور بصرہ میں حسن بصری کی، کوفہ میں ابراہیم نخعی کی۔

سوال: کیا چاروں اماموں نے بھی کسی کی تقلید کی تھی؟

جواب: جی ہاں فقہاء صحابہ اپنے دور کے امام تھے، تابعین و تبع تابعین میں ان کی تقلید جاری تھی۔ حضرت امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، آپ نے کئی مسائل میں دوسروں کی پیروی کی اور اسے تقلید کے لفظ سے تعبیر کیا ''**قال الشافعی رحمہ اللہ: فی الضلع بعیر، قلتہ تقلیداً لِعَمر**[1]'' (امام شافعی بھی یہی فرمارہے ہیں

---

[1] **اعلام الموقعین لابن قیم رحمہ اللہ جلد ۳، ص ۴۸۲، مطبوعۃ: دار ابن الجوزی، المملکۃ السعودیۃ۔**

کہ میں نے یہ جو بات کہی ہے تو میں نے عمرؓ کی تقلید میں یہ بات کہی ہے)، اس سے پتہ چلا کہ امام شافعی بھی اپنے سے بڑوں کی اقتدا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاذ عطاء ابن رباح کی بھی تقلید کی، چنانچہ ایک موقع پہ فرمایا: ''**قلتُه تقليدًا لِعطاء**[1]'' کہ میں نے عطاءؒ کی تقلید میں یہ بات کہی ہے۔ ایک موقع پہ کہا: ''**قلتُه تقليدًا لِعُثمان**[2]''۔ ایک موقع پر فرمایا: ''**وانما قلتُ بقول زيدٍ**[3]'' میں نے زیدؓ کے قول کے مطابق یہ بات یوں کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے پانی اور کنویں کے مسائل میں اکابر تابعین کے فیصلوں پر فتوے دئے'' **وهذا أبو حنيفة قال في مسائل الآبار ليس معه إلّا تقليد من تقدمه من التابعين فيها**[4]''۔ (یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں آپ نے کنوؤں کے مسائل میں فرمایا کہ آپ کے پاس پہلے اکابر کی تقلید کے سوا کچھ نہیں)۔ ''**وهذا مالك لا يخرج عن عمل أهل المدينة**[5]'' (یہ امام مالک ہیں جو عملِ اہل مدینہ سے باہر نہیں جاتے) اس سے معلوم ہوا کہ یہ ائمہ اپنے اوپر والے بڑوں کی تقلید کرتے تھے اور بعد والوں نے پھر ان ائمہ کی پیروی کی۔

اور امام بخاری بھی غیر منصوص مسائل میں تقلید کے قائل تھے، بخاری شریف پڑھئے کئی جگہ ''**قال ابراهيم**[6]'' اور ''**قال حسن**[7]'' اور ''**قال نخعي**[8]'' لکھا ہوا نظر آئے گا، پس معلوم ہوا کہ ائمہ بھی پہلوں کی تقلید کر کے آگے چلے ہیں۔ تقلید کے لفظ سے وحشت نہیں ہونی چاہئے۔ امام ابومحمد الحسن لکھتے ہیں: ''**واعلم أن الدين إنما هو بالتقليد والتقليد لأصحابِ محمد ﷺ**''[9] (جان لو! دین تقلید کا ہی نام ہے اور تقلید اصحاب رسول اللہ کی پیروی سے ہی چلی ہے)، تو پتہ چلا کہ دین کی بنیاد ہی تقلید سے آگے چلی ہے، صحابہ نے نبی علیہ السلام کی تقلید کی، تابعین نے صحابہ کی اور یہ سلسلہ اسی طرح آگے چلا۔

سوال: کیا اب کوئی مجتہد پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، نہ محال شرعی ہے، نہ محال عقلی، مگر وہ کرے گا کیا؟ جس طرح آج کوئی محدث بن جائے تو کیا کرے گا؟ تدوینِ حدیث کا کام مکمل ہو چکا، اسی طرح تدوینِ فقہ کا کام مکمل ہو چکا، تو مجتہد تو یقیناً کوئی نہ کوئی ہو سکتا ہے مگر کام اتنا مکمل ہو چکا کہ وہ اس میں اور آگے کام کیا کرے گا۔

---

[1] اعلام الموقعين لابن قيم ﷺ جلد ۳، ص ۴۸۲، مطبوعة: دار ابن الجوزی، المملكة السعودية۔ [2] ایضاً [3] ایضاً۔ [4] ایضاً۔ [5] ایضاً۔ [6] كتاب الحيض، باب اذا حاضت في شهر ثلاث حيض۔ [7] كتاب الكفالة، باب: من تكفل عن ميت دينا فليس له ان يرجع۔ [8] كتاب الاكراه، باب يمين الرجل لصاحبه انه اخوه اذا خاف عليه القتل او نحوه۔ [9] شرح السنة لابی محمد حسن بن علی البربهاری، ص ۹۹، مطبوعة: مكتبة الغرباء الاثرية مدينة منورة۔

سوال: غیر مقلد کسے کہتے ہیں۔

جواب: جو نہ خود اجتہاد کرسکتا ہو، نہ کسی کی تقلید کرے، نہ امام نہ مقتدی، نہ حاکم نہ رعایا، ان میں سے بعض انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام اور مسلمانوں کی مسجدوں میں فساد کو فرض سمجھتے ہیں، اتنے اختلافات کسی فرقہ میں نہیں جتنے غیر مقلدین میں ہیں، عرف عام میں جو کسی اصول کا پابند نہ ہو اسے ''آوارہ'' کہتے ہیں تو یوں سمجھ لیجئے کہ دین میں جو آوارہ مزاج ہو اس کو دوسرے الفاظ میں غیر مقلد کہتے ہیں۔ معتزلہ کا مذہب ہے کہ عامی علتِ حکم جانے بغیر عالم کے قول پر اعتماد اً عمل نہیں کرسکتا: ''**وحُكِيَ عن بعضِ المعتزلة أنه قال: لايجوز للعامي العملُ بقول العالم حتى يعرف علةَ الحكم**'' بعض معتزلہ سے مروی ہے کہ عامی کے لئے کسی عالم کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک کہ علتِ حکم کو نہ پہچان لے۔

تقلید شخصی

سوال: کیا امام مجتہد کی تقلید مسلمانوں کے لئے فرض ہے یا واجب یا مباح ہے؟

جواب: مطلق تقلید فرض ہے، تین دلائل دئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''**فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون**'' اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔ یہ ''**فاسئلوا**'' امر کا صیغہ ہے، اس کا مطلب ہے کہ ہم پابند ہیں کہ ہمیں جن باتوں کا پتہ نہیں ہم اپنے بڑوں سے اس کو پوچھیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''**اطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم**'' اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو، اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ ''**اولی الامر**'' کی تفسیر میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین نے کہا ہے کہ اس سے خلفاء اور علماء وفقہاء مراد ہیں۔ رئیس اہل حدیث مولانا صدیق حسن خان اس معنی کو اپنی تفسیر میں قبول کرتے ہیں ''**واولو الامر: هم الائمة والسلاطين والقضاة وامراء الحق ولاة العدل كالخلفاء الراشدين ومن يقتدى بهم من المجتهدين**[1]'' کہ اس سے ائمہ کرام، خلفاء علماء اور فقہاء مراد ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو چاہئے کہ وہ ان حضرات کی اتباع میں اپنی زندگی گذارے۔

حدیث پاک میں ہے: ''**انما شفاء العیّ السوال**[2]'' نہ جاننے والوں کی شفاء اس میں ہے کہ وہ جاننے والوں سے دریافت کریں۔ مطلق تقلید کو محققین اہل حدیث بھی واجب تسلیم کرتے ہیں[3]، بعض

---

[1] **تفسیر فتح البیان، جلد ۳، ص ۱۵۵، مطبعة: المكتبة العصرية، بيروت۔** [2] **ابوداؤد، كتاب الطهارة، باب فى المجروح يتيمم، حديث ۳۳۶۔** [3] معیار الحق، ص ۵۷، مولفہ مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مطبع: چٹان پریس لاہور۔

تو فرضیت کے قائل بھی ہیں یعنی کسی نہ کسی سے پوچھ کر چلنا اس کو تو سبھی مانتے ہیں، جو مقلد حضرات ہیں وہ تو مانتے ہی ہیں، جو غیر مقلد کہلاتے ہیں ان کے بھی بڑے کہتے ہیں کہ تقلید تو کسی نہ کسی کی کرنی چاہئے [1]، اب آگے مسئلہ ہوتا ہے تقلید شخصی میں کہ کسی ایک کی تقلید کرنی ہے یا (Pick and choose) کرنا ہے، اس کی تفصیل سن لیجئے۔

سوال: تقلید شخصی کیسے شروع ہوئی؟

جواب: دور صحابہ و تابعین میں تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں پر عمل ہوتا تھا، کوئی ایک دوسرے پر گرفت نہیں کرتا تھا، نہ ہی ایک دوسرے کو باطل پر سمجھتے تھے، جب ابنائے زمانہ میں ہوئی و ہوس کا غلبہ دیکھا گیا، لوگ رخصتوں کو تلاش کرنے لگے، خوف ہونے لگا کہ دین خواہشات کا مجموعہ نہ بن جائے تو علماء وقت نے عام لوگوں کو غیر شخصی تقلید سے روکا اور تقلید شخصی پر اجماع ہو گیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ابتدا میں جو قاضی حضرات تھے وہ جس امام کے قول پر چاہتے تھے فیصلہ دیتے تھے اور یہ سلسلہ کئی سال چلتا رہا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ حالات میں تبدیلی آتی گئی، جب نبوت کے قرب کا زمانہ تھا تو دلوں میں اخلاص زیادہ تھا، اس وقت کے قاضی حضرات اس قدر باخدا تھے کہ وہ حکام کو بہت ڈانٹ ڈپٹ کے رکھتے تھے حتی کہ آتا ہے قاضی بکار کے بارے میں کہ ایک مرتبہ انھوں نے کوئی فیصلہ کیا تو بادشاہ بھی اس میں موجود تھا، تو لکھنے والے نے لکھا کہ بادشاہ کی مجلس میں قاضی کی موجودگی میں یہ فیصلہ ہوا تو جب اس نے لکھ کے قاضی صاحب کو دستخط کے لئے دیا تو قاضی صاحب نے وہ کاغذ بادشاہ کے سامنے اس بندے کے منہ پہ مار دیا اور غصہ ہوئے، بادشاہ نے پوچھا کہ غصہ ہونے کی کیا وجہ؟ اس نے کہا کہ اس کو یہ لکھنے کی جرأت کیسے ہوئی کہ بادشاہ کی محفل میں قاضی کے سامنے یہ فیصلہ ہوا، یوں لکھو کہ قاضی کی محفل میں بادشاہ کے سامنے یہ فیصلہ ہوا، تو بادشاہ کو بھی بات ماننی پڑی۔ یہ ایسے لوگ تھے جو بادشاہوں کو بھی ڈانٹ دیا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن مکی ہارون رشید کو اُن سے ملانے کے لئے لے کے آیا تو انھوں نے پہلے تو دروازہ ہی نہ کھولا، جب اس نے کہا کہ آپ کے سامنے امیر المؤمنین آئے ہیں اور آپ دروزہ کھول نہیں رہے ہیں تو انھوں نے دروازہ تو کھولا مگر چراغ بجھا دیا، اس نے کہا کہ

---

[1] اشاعۃ السنۃ نمبر ۴، جلد ۱ مطبوعۃ ۱۹۸۸، بحوالہ: ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' ص ۷۲ جلد اول۔

آپ نے چراغ کیوں بجھا دیا؟ انھوں نے کہا میں آنے والے مہمانوں کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا، اس نے کہا ہم تو آپ کو ملنے آئے ہیں، تو اندھیرے میں ہارون رشید نے ان سے ہاتھ ملایا، تو انھوں نے ہارون رشید کا ہاتھ جب ہاتھ میں لیا تو کہنے لگے کہ یہ کتنا نرم ہے اگر جہنم کی آگ سے بچ جائے تو کتنا اچھا ہے۔ پھر ہارون نے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کر دیں، تو انھوں نے ایسی نصیحت کی کہ بادشاہ کا ان کی نصیحت کو سن کر روتے روتے برا حال ہو گیا۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ بادشاہوں کو بھی وہ اس طرح خوف خدا یاد دلاتے تھے کہ وہ رو رو کر بے حال ہو جاتے تھے۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ کیا ہوا کہ جو حاکم لوگ تھے انھوں نے چاہا کہ ہماری مرضی پوری ہونی چاہئے، ہم اپنوں کو نوازیں اور جو مخالف ہیں ان کو ہم محروم کریں جیسا کہ طریقہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا طریقہ انھوں نے یہ نکالا کہ اب قاضی کی مسند پر اس کو بیٹھاؤ جو ہمارا اشارہ ذرا سمجھے، چنانچہ جب ان کی اپنی مرضی کا بندہ ملتا تو اس کو قاضی بناتے تو، اب اگر کوئی بندہ اس کا اپنا ہوتا تو وہ قاضی صاحب سب اقوال میں سے جو نرم قول ہوتا اس پر فتوی دیتے اور جب کوئی دوسری پارٹی کا بندہ ہوتا تو جو سزا کسی کے قول کے مطابق سب سے سخت ہوتی اسی کے مطابق اس کو وہ سزا دیتے، جب یہ سلسلہ چلنا شروع ہوا تو جو وقت کے علماء تھے، جن کے دلوں میں دین کا درد تھا، جو باخدا لوگ تھے، جو اللہ کی منشا کے مطابق زندگی گذارنا چاہتے تھے، انھوں نے اس چیز کو دیکھا تو بہت متفکر ہوئے کہ اگر یہ معاملہ چلتا رہا تو یوں تو دین کی شکل ہی بگڑ جائے گی، نہ لوگوں کو انصاف ملے گا، نہ حکم خدا ہی ان پر لاگو ہوگا، یہ تو انسان کی اپنی مرضی بندوں پر لاگو ہو جائے گی لہٰذا اس کا کوئی حل ڈھونڈنا چاہئے چنانچہ وقت کے اکابرین نے بالآخر یہ سوچا کہ یہ جو قاضی حضرات ہیں ان سب پر پابندی لگا دینی چاہئے کہ یہ ایک مسلک کو جس کو یہ بہتر سمجھتے ہیں اس کو چنیں پھر جتنے یہ فیصلے کریں اپنی مرضی سے نہ کریں، بلکہ اس امام کے مسلک کے مطابق وہ فیصلہ کریں، تاکہ ان کی اپنے نفس کی خواہش نہ چل سکے، بادشاہوں کی خواہش نہ چل سکے، منشائے خداوندی چلے، جب انھوں نے یہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگ اس بات پر متفق ہوتے گئے، یہ کوئی ایک دن میں نہیں ہوا، دو دن میں نہیں ہوا، بلکہ سالوں گذرتے گئے اور امت کے علماء اکٹھے ہوتے ہوتے بالآخر ایک وقت آیا کہ امت کے جتنے بھی فقہاء تھے سب اس بات کے اوپر اجماعی طور پر متفق ہو گئے کہ اب ہمیں کسی نہ کسی ایک کی پیروی کرنی چاہئے، تاکہ یہ کنجی ہر ایک کے ہاتھ میں نہ ہو کہ وہ جہاں چاہے Play کر سکے۔

تو پتہ چلا کہ پہلے تقلید مطلق شروع ہوئی، پھر اس کے بعد اس کے نقصان سے بچنے کے لئے تقلید

شخصی شروع ہوگئی اور یہ امت میں آگے چلتی چلی آئی۔ اور اسی کی برکت ہے کہ آج دین ہمارے پاس محفوظ حالت میں ہے، اگر یہ دین اگر ہماری چوائس (انتخاب) پر ہوتا تو ہم تو اپنے نفس کی خواہشات کو سامنے رکھ کے پتہ نہیں کہاں کہاں سے آسانیاں ڈھونڈ کے لاتے اور پھر ایسا ایک دین بنا دیتے کہ جو اصلی شکل سے ہٹ کر کسی اور شکل کا دین ہوتا۔ یہی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں: ''**وبعد المائتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین بأعیانهم وکان هذا هو الواجب فی ذلک الزمان**[1]'' دوسری صدی کے لوگوں میں خاص خاص ائمہ کے مذہب کی پابندی سے تقلید شخصی شروع ہوئی، اس زمانہ میں یہی واجب تھی۔

سوال: تقلید شخصی واجب کیوں ہے؟

جواب: تقلید فرض ہے اور اس کے ادا کرنے کی دو صورتیں ہیں، تقلید غیر شخصی اور تقلید شخصی، جب تقلید غیر شخصی مضر ثابت ہوئی تو فرض ادا کرنے کی ایک ہی صورت باقی رہی، پس تقلید شخصی بوجہ ذریعۂ ادائے فرض ہونے کے واجب ہوئی۔

سوال: مجتہدین کے درمیان اختلاف کی حقیقت مثال سے واضح کریں۔

جواب: اگر کوئی شخص اپنے خادم سے کہے کہ کسی بچے کو بلا لاؤ، اب خادم کو اختیار ہے کہ حبیب اللہ کو بلائے یا سیف اللہ کو، دونوں صورتوں میں حکم کی تعمیل ہو جائے گی، لیکن اگر حبیب اللہ کو بلانا زیادہ موزوں تھا اور اس نے حبیب اللہ کو ہی بلایا تو مالک کی دوہری خوشی ہوگی، لیکن اگر سیف اللہ کو بلایا تو ایک خوشی ضرور ہوگی کہ حکم مان لیا، پس اگر مجتہد نے اجتہاد شرعی اصولوں کو سامنے رکھ کر کیا تو حکم پورا ہو گیا، اب اگر اجتہاد صحیح تھا تو دوہرا ثواب اور اگر اجتہاد صحیح نہ تھا تو ایک ثواب، پس مجتہدین کا اختلاف صحیح اور غلط میں نہیں بہتر اور بہترین میں ہے۔

سوال: تقلید شخصی کے وجوب میں کوئی واضح مثال پیش کریں۔

جواب: قرآن کریم ''سبعۃ احرف'' سات لغت پر نازل ہوا، اور عہد نبوت میں سات لغت میں پڑھا جاتا رہا، حضرت عثمانؓ کی دور میں جب عجم کی فتوحات ہوئیں تو ڈر ہوا کہ احرف سبعہ اہل عجم کے لئے مشکلات وتحریفات کا سبب نہ بن جائیں، پس عثمان غنیؓ نے ایک ہی لغت میں قرآن پڑھنے کا حکم فرمایا، باقی لغات میں پڑھنے لکھنے سے عوام الناس کو ممانعت فرمادی، صحابۂ کرام نے اسے بچشم صواب دیکھا اور اس پر متفق ہو گئے، پس باجماعِ صحابہ سبعۃ احرف میں سے حرف واحد پر اقتصار کرنا واجب سمجھا گیا۔ یہی مثال تقلید شخصی

[1] الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۵۷، باب ۴، مطبع مجتبائی مع اردو ترجمہ۔

کے وجوب کی ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کو غیر مقلدین بھی امام مانتے ہیں، انھوں نے اپنے فتاویٰ میں تقلید شخصی پر اجماعِ امت کا دعویٰ کیا ہے۔[1]

بندہ کہیں ایسی جگہ پہنچے کہ اسے قبلہ کی سمت کا پتہ نہیں تو وہ کیا کرے؟ تو شریعت کا حکم ہے کہ وہ شخص تحری سے سمت قبلہ معلوم کرے یعنی اندازہ کرے اور اٹکل لگائے کہ قبلہ کدھر ہے اور جدھر اس کی طبیعت مطمئن ہو ادھر رخ کر کے نماز پڑھے۔ پھر جب تحری سے قبلہ کی سمت معلوم کر لے تو اس پر واجب ہے کہ پوری نماز میں صرف اسی طرف رخ کرے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی ابتداء اس پر واجب نہ تھی لیکن جب اس نے کسی کی تقلید کر لی تو اس پر یہ واجب ہے کسی سہولت نفس کی وجہ سے اس تقلید سے نہ نکلے، یہ نہیں کہ جدھر نرمی دیکھی ادھر لپک پڑا، یہ شریعت کی پیروی نہیں، نفس کی پیروی ہوئی۔

سوال: دور صحابہ میں تقلید شخصی کی مثال بخاری شریف سے دیں۔

جواب: مدینہ کی ایک عورت نے طواف زیارت تو کر لیا تھا، حج مکمل کر لیا، اب صرف طواف وداع رہ گیا تھا، لیکن اس سے پہلے وہ حائضہ ہوگئی، حائضہ ہونے کی وجہ سے وہ مسجد میں جا نہیں سکتی، لہٰذا طواف کر نہیں سکتی جو واجب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بھی حج کرنے آئے ہوئے تھے، تو اب انھوں نے عبداللہ ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا کریں تو صحیح بخاری میں حضرت عکرمہؒ سے روایت ہے: ''**إن أهل المدينة سئلوا ابنَ عباس عن امرأةٍ طافت ثم حاضت؟ قال لهم: تنفر، قالوا: لا نأخذ بقولك ونَدَع قولَ زيد**[2]'' (اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی تو طواف وداع کا انتظار کرے یا چلی جائے، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ جا سکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر زید بن ثابتؓ کے قول کے خلاف عمل نہ کریں گے) ابن عباسؓ کا اس معاملہ میں نظریہ یہ تھا کہ جب یہ حائضہ بن گئی تو یہ واجب اس سے ہٹ گیا لہٰذا اب وہ جا سکتی ہے، جب کہ زید بن ثابتؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ انتظار کرے اور اس واجب کو پورا کر کے جائے، چونکہ مدینہ کے لوگ زید بن ثابتؓ کے قول پر عمل کیا کرتے تھے تو اہل مدینہ نے ابن عباسؓ کو جواب دیا کہ ہم زید بن ثابت کے قول کے خلاف آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے، ہم ان کے قول پر ہی عمل کریں گے۔ پتہ چلا کہ مدینہ کے لوگ ہر معاملہ میں زید بن ثابت کے قول ہی پر عمل کرتے تھے، اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ اس واقعہ

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۷۳۲، مطبوعۃ: دار الکتب الحدیثۃ مصر۔ [2] بخاری، کتاب الحج، باب: اذا حاضت المرأۃ بعدما افاضت، حدیث ۱۷۵۸۔

سے قرن اول اور حضرات صحابہ سے تقلید شخصی کا ثبوت بروایت بخاری ثابت ہوا۔

مسند ابی داؤد طیالسی میں بروایت قتادہؓ یہ الفاظ ہیں: ''**فقالت الانصار: لانتابعک یاابنَ عباس و أنت تخالف زیدا، فقال: سلوا صاحبَتکم أمَ سلیم**[1] '' (انصار نے کہا کہ ہم زید بن ثابت کے خلاف آپ کا اتباع نہ کریں گے، تو ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ لوگ ام سلیم سے دریافت کرلیا کریں۔

سوال: تقلید ائمہ اربعہ ہی کی کیوں کی جاتی ہے، کیا دوسرا کوئی اس درجہ کا امام نہیں ہوا؟ جس کی تقلید کی جائے۔

جواب: ائمہ اربعہ پر سلسلۂ تقلید ختم ہونا کوئی امر عقلی یا شرعی نہیں، محض قدرتی ہے کہ تقلید چار میں منحصر ہوگئی، ورنہ شروع میں تو ۷۱ کے قریب ائمہ تھے جن کی تقلید امت میں چلی تھی مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان کے مقلدین گھٹتے گئے گھٹتے گئے اور ۷۱ کے بجائے آہستہ آہستہ چار پر پوری امت سمٹ گئی، اب یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے، پس چار و ناچار سلسلۂ تقلید ان ہی چار میں منحصر ہوگیا۔ مثلاً ایک شخص کی اولاد کثیر ہو مگر وہ مرتے رہے حتی کہ جب باپ کا انتقال ہوا تو چار بیٹوں کے سوا اور کوئی نہ رہا تو ظاہر ہے کہ تقسیم میراث ان ہی چاروں میں ہوگی۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ میراث چار میں کیوں منحصر ہوگئی؟ تو اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ بھائی مشیت ایزدی یہی تھی۔

☆☆☆

[1] مسند ابی داؤد الطیالسی، باب: ماروت ام سلیم عن النبی ﷺ حدیث ۱۶۵۶۔